روضۂ راشدی

پیر رُشد اللہ شاہ

سندھ کا راشدی خاندان اپنی اسلامی خدمات، روحانی فیضان اور علمی و ادبی کارنامے
نت ہمیشہ سے مشہور و ممتاز رہا ہے۔ اس خاندان میں ہر دور میں بڑے بڑے اولیائے کرام
اسئے دین گزرے ہیں۔ خانوادۂ راشدی کے موسس اعلیٰ حضرت پیر محمد راشد المعروف بہ روضہ
(۱۱۷۰ھ/۱۷۵۷ء – ۱۲۳۴ھ/۱۸۱۸ء) ولد پیر سید محمد بقا شہید رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نسب حضرت علی رضی اللہ عنہ
ملتا ہے۔

حضرت پیر محمد راشد کی رحلت کے بعد ایک کے فرزند اوّل حضرت پیر سید صبغت اللہ شاہ راشدی
اوّل مشہور بہ تجر دلمنی (۱۱۸۳ھ/۱۷۷۰ء – ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) نے شمشیر اور قلم سے علم دین، شریعت اسلام
و ملت کی جو گراں قدر خدمات انجام دیں وہ ہماری اسلامی و قومی تاریخ کا ایک سنہری
ہے۔ وہ علم باطنی کے امام اور اسلامی فوج کے سربراہ تھے۔ انھوں نے حُر جیسے مجاہدین اسلام
ری تنظیم کی۔ سندھ میں ان کے لاکھوں مرید تھے جو ان کے ایک اشارے پر اسلام کی خاطر
مال نثار کر دینے پر آمادہ رہتے تھے۔ ان کے جاہ و جلال اور عظمت و کمال کا اندازہ
میرالدین کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

در تمام مملکتِ سندھ ہیچ او شیخے و مرشدے در زعم مردمان ملک نیست۔ قریب سہ لک
ں از قوم بلوچ ہستند و بکمال جاہ و جلال در جوعات خلائق خوش می گزرانند در جود و کرم
س و مروت ہم شہرۂ آفاق۔ [۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو الرحیم مشاہیر نمبر ۱۹۶۶ء – مرتبہ مولانا غلام مصطفٰے قاسمی مطبوعہ شاہ ولی اللہ
حیدرآباد سندھ)

[۲] سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر (ص ۳۰۳، ۳۰۴) مطبوعہ کتاب منزل لاہور۔

باشندگانِ سندھ کے نزدیک سارے ملک میں اس جیسا شیخ و مرشد کوئی نہیں، قریباً تین لاکھ بلوچ مرید ہیں۔ رجوع خلق عام ہیں۔ جاہ وجلال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ جود و کرم اور اخلاق و مروت میں بھی شہرۂ آفاق ہیں۔

سید صبغت اللہ شاہ کے عظیم کتب خانہ، ان کے دینی شغف اور علمی بصیرت کے بارے میں سید حمید الدین لکھتے ہیں:

در خانہ سید مذکور کتب خانہ عجیب و غریب بنظر آمد کہ ہرگز در خانہ سلاطین و امرا نبودہ باشد۔ پانزدہ ہزار جلد نامی از کتب معتبرہ دراں موجود است از انجملہ صد دیوان فارسی بخط ولایت مطلا و شصت و پنج جلد تفاسیر معتبرہ پنج جلد مکرر از شاہ نامہ فردوسی مع تصاویر و مطلا احادیث ہر قدر کہ مشہور اند مع شروح جامع الاصول و تیسیر الوصول سہ جلد مکرر احیاء العلوم و سہ جلد مکرر فتوحات مکیہ و ہر جلد شاہانہ[۵۳]

ان کا کتب خانہ بڑا عجیب و غریب تھا۔ سلاطین اور امرا کے پاس بھی ایسا کتب خانہ نہ ہوگا پندرہ ہزار جلد کتب معتبرہ اس میں موجود ہیں۔ سو دیوان فارسی کے ایرانی خط میں مطلا، پینسٹھ جلدیں معتبر تفسیروں کی۔ شاہ نامہ فردوسی کے پانچ نسخے جن میں سے تین مصور و مطلا تھے۔ حدیث کی تمام مشہور کتابیں، شروح جامع الاصول "تیسیر الاصول، احیا العلوم اور فتوحات مکیہ کے تین تین نسخے اور سب جلدیں حسنِ کتابت و اہتمامِ صحافت کے اعتبار سے شاہانہ۔

پیر صبغت اللہ شاہ سید احمد شہید بریلوی کے ہم مسلک اور رفیق خاص تھے۔ انھوں نے تحریک جہاد میں بھرپور حصہ لینے کی غرض سے اپنے مریدوں کا ایک بھاری لشکر منظم کیا تھا۔ سید صاحب اپنی ہندوستان گیر تحریک کے سلسلے میں ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۴۲ھ/ ۲۴ جون ۱۸۲۶ء میں پیر گوٹھ میں مہمان رہے۔ اس کے علاوہ صبغت اللہ شاہ اور سید احمد شہید کے درمیان ان کے مشن سے متعلق خط و کتابت بھی رہی[۵۴]

---

۵۳ سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر۔ (ص ۳۰۳، ۳۰۴) مطبوعہ کتاب منزل لاہور
۵۴ ایضاً

پیر صبغت اللہ ان کے اہل خاندان اور اولاد کی علمی و ادبی اور دینی و روحانی خدمات و کرامات تاریخی نوعیت کی حامل ہیں۔ صبغت اللہ شاہ اپنے والد ماجد پیر محمد راشدؒ کی وفات کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ والد گرامی کی وصیت کے مطابق پگڑ یعنی پگڑی اپنے پاس رکھی، اور پیر پگارا اول (پیر پگڑی والے) کہلاتے۔ جھنڈو یعنی جھنڈا اپنے بھائی پیر محمد یٰسین شاہ کے سپرد کیا جو پیر جھنڈو اول (پیر جھنڈے والے) کے نام سے موسوم ہوئے۔ شاہ افغانستان تیمور شاہ کے بیٹے زمان شاہ نے یہ "علم" سندھ میں اشاعتِ شریعت و تبلیغ اسلام کی خاطر پیر محمد راشدؒ کی خدمت میں از راہ عقیدت و ارادت پیش کیا تھا۔ پیر پگارا، جھنڈو اور ان کی اولاد کے علوم و معارف شریعت و طریقت کا سرچشمہ فیض و برکت آج تک پورے سندھ میں جاری و ساری ہے۔

پیر سید ابو تراب سید رشد اللہ شاہ، پیر جھنڈو اول، پیر سید محمد یٰسین شاہ کے پوتے اور پیر جھنڈو دوم، سید رشید الدین شاہ کے فرزند ارجمند تھے۔ اس طرح رشد اللہ شاہ پیر جھنڈو سوم یا صاحب العلم سوم ہوئے۔

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اپنے ایک گراں قدر مقالے میں تحریر فرماتے ہیں:

"شروع شروع میں ۱۲۸۷ھ میں پیر رشید الدین بعیت والا جو راشدی خاندان کے مؤسس اعلیٰ پیر محمد راشد روضہ دھنی کے پوتے ہیں، پیر جھنڈو کی مسند خلافت پر بیٹھے اور آپ نے وہاں تحفظ القرآن کا ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ آپ کی مجلس عالمانہ ہوتی تھی۔ کئی علما ہر وقت آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ ان مجالس میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ مرحوم بھی کبھی کبھی

۵؎ راقم الحروف (وفا راشدی) پیر رشد اللہ شاہ کے پوتے حضرت پیر وہب اللہ شاہ قبلہ کا ممنونِ احسان ہے کہ انھوں نے از راہِ شفقت اپنے عظیم و برگزیدہ بزرگوں سے متعلق ان تاریخی کوائف و حقائق سے آگاہ فرمایا۔ پیر وہب اللہ شاہ صاحب کے صاحبزادے برادر عزیز پیر عباد اللہ شاہ کا بھی دلی ممنون ہے کہ ان کی خاص محبت اور تعاون سے راقم کو مشہور کتب خانہ پیر جھنڈو سے استفادے کا شرف حاصل ہوا۔ یہ محترم حضرات جس محبت اور وسیع القلبی سے علمی و دینی کاموں میں مدد فرماتے ہیں وہ ان کی شاندار خاندانی روایات کو یاد دلاتی ہے۔ ان کے اس طریق کار اور نیک کاموں سے ذہن میں تذکرۂ پیر ہدا کی عظمت ماضی و حال کی شمع فروزاں ہو جاتی ہے۔

ے ضلع سکھر سے آکر شریک ہوتے تھے۔ ۱۳۱۷ھ میں پیر رشید الدین نے وفات پائی اور ان کی
پیران کے صاحبزادے مولانا پیر رشد اللہ صاحب العلم رونق افروز ہوئے[۶]
مولانا عبید اللہ سندھی کو بزرگانِ راشدیہ[۷] سے خاص عقیدت و قربت تھی۔ انھوں نے اکثر
تحریر و تقریر میں ان کی بافیض صحبتوں کا ذکر کیا ہے۔ مولانا اپنے خود نوشت سوانح حیات
لکھتے ہیں[۸]:

"گوٹھ پیر جھنڈا ضلع حیدر آباد میں راشدی طریقے کے پیر صاحب العلم کے پاس علوم دینیہ
بے نظیر کتب خانہ تھا۔ میں دوران مطالعہ وہاں جاتا رہا، اور کتابیں مستعار بھی لاتا رہا۔ میری
لِ مطالعہ میں کتب خانے کے فیض کو بڑا دخل ہے۔
اس کے علاوہ حضرت مولانا رشید الدین صاحب العلم ثانی کی صحبت سے مستفید ہوا۔
نے ان کی کرامتیں دیکھیں۔ ذکر اسماء الحسنیٰ میں نے ان ہی سے سیکھا۔ وہ دعوتِ توحید
مادکے ایک مجدد تھے۔
حضرت مولانا ابو تراب رشد اللہ صاحب العلم الرابع سے علمی صحبتیں رہیں۔ وہ علمِ حدیث

۶۔ مقالہ پیر جھنڈو کا کتب خانہ ماہنامہ "الولی" حیدر آباد سندھ شمارہ اپریل مئی ۱۹۷۵
ص ۴۵۔

۷۔ مولانا عبید اللہ سندھی قادری راشدی طریقے کے سید العارفین حضرت حافظ محمد صدیق
مرجونڈے والے) کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوتے اور ان ہی سے بیعت کی تھی۔ (خطباتِ عبید اللہ)

۸۔ گوٹھ پیر جھنڈو تحصیل ہالا ضلع حیدر آباد سندھ کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو بھٹ شاہ (مشرقی جانب)
نہر ہالا (مغربی جانب) سے آگے سعید آباد کے قریب حیدر آباد اور سکھر کی ہائی وے پر واقع ہے، یہ گاؤں
خانوادۂ راشدیہ کے نامور علمائے دین، اکابر ملتِ اسلامیہ، مجاہدین اسلام اور مشاہیر ادب کا مسکن رہا ہے۔
جہاں مدت سے برصغیر کا ایک مشہور مدرسہ دار الرشاد اور ایک عظیم کتب خانہ قائم ہے جس کی بنا پر یہ خطہ راشدیہ
ہمیشہ سے اسلامی تہذیب و ثقافت، علوم و فیوض اور برکات و کرامات کا گہوارہ رہا ہے۔

۹۔ ۱۳۱۹ھ میں پیر رشد اللہ شاہ نے جب مدرسہ دار الرشاد کی داغ بیل ڈالی تو اس کے اساتذہ

کے بڑے جید عالم اور صاحبِ تصنیف تھے[5]

پیر رشد اللہ شاہ ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۰ء کو اپنے آبائی گاؤں "پیر جھنڈو" میں پ
تاریخ وفات ۶ شعبان ۱۳۴۰ھ / ۲۳ اپریل ۱۹۲۳ء ہے - ان کی ابتدائی تعلیم و تربی
خاندانی روایت کے مطابق گھر کی علمی و دینی فضا میں ہوئی - شیخ حسین بن محسن یمانی جیسے مقتد
کے زیرِ نگرانی متعدد علوم و فنون کی تحصیل و تکمیل کی -

رشد اللہ شاہ صاحبِ سیف بھی تھے اور صاحبِ قلم بھی - انھوں نے تحریکِ خلا
میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا - قیدِ فرنگ کی صعوبتیں بھی جھیلیں - انگریزوں نے انھ
تحریک سے علیحدگی اختیار کرنے کے لیے طرح طرح کے لالچ دیئے ، مختلف ہتھکنڈے
استعمال کیے لیکن اس مردِ خدا کے عزم و استقلال میں کبھی جنبش نہ ہوتی - اپنے موقف او
اور طلبا کے لیے ایک علمی کتب خانہ بھی قائم کیا - یہ کتب خانہ نہ صرف سندھ بلکہ پورے بر
پاک و ہند میں علوم و فنون کا ایک اہم مرکز ثابت ہوا - اس علمی لائبریری سے سن
اور بیرونِ سندھ ، یہاں تک کہ اسلامی ممالک کے بڑے بڑے علمائے کرام نے استفادہ
جن میں خاص طور پر علمائے دیوبند بھی شامل ہیں - اس زمانے میں اسلامی علوم و فنو
کتابوں کی پچیس ہزار تک تعداد پہنچ چکی تھی جو کتب خانہ پیر جھنڈو کی ملکیت تھی -

کتب خانہ پیر جھنڈو کی خصوصیت و اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا
کہ اکثر قلمی اور خطی نسخے جو دنیا کے کتب خانوں میں نایاب ہیں اس کتب خانے میں موج
ہیں - پیر رشد اللہ شاہ اور اُن کے مصاحبین و مقربین نے اس کتب خانے کے لیے نا
و نایاب کتابیں دنیا کے مختلف کتب خانوں اور علمی درس گاہوں سے لا کر یا نقل کروا کر ج
تھیں - اس سلسلے میں کتب خانہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی (ٹھٹھہ) دار المعارف حیدر آ
دکن ، کتب خانہ جدہ ، مصر وغیرہ قابلِ ذکر ہیں - علاوہ ازیں سندھی علما ، مجددین و محدثین
فارسی و عربی تصنیفات و تالیفات کے خطی و قلمی نسخوں کا جتنا نادر و قیمتی ذخیرہ کتب خانہ
جھنڈو میں محفوظ ہے وہ سندھ کی کسی اور لائبریری میں نہیں ہے -

---

[5] کا ۲ پیر سات سال ...

پر مضبوط چٹان کی طرح ڈٹے رہے۔[۱۱]

پیر رشد اللہ شاہ صاحب العلم کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ پیر جھنڈو میں دینی مدرسہ عالیہ — دار الرشاد — اور — عظیم کتب خانہ — کا قیام ہے۔ مدرسہ اور کتب خانے کے تمام اخراجات خود رشد اللہ شاہ ادا کرتے تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے ہر گوشے میں ان دونوں تعلیمی وعلمی اداروں کے تربیت و فیض یافتگان موجود ہیں۔ پیر صاحب دیوبند کے مکتبِ فکر سے مستفیض تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی سے خاص تعلق رکھتے تھے۔ اس بارے میں مولانا عبید اللہ سندھی ارشاد فرماتے ہیں:

"لوگوں کو شاید یہ بھی معلوم نہ ہو کہ مولانا شیخ الہند کا سندھ میں کس قدر اثر تھا۔ میرے (مولانا) کے سلسلے میں مولانا تاج محمود امروٹی، حضرت پیر صاحب العلم الرابع رشد اللہ کراچی کے مدرسہ مظہر العلوم اور گوٹھ پیر جھنڈو کے مدرسہ دار الرشاد کے متعلق علما کی جماعتیں سب دیوبندی اسکول سے تعلق رکھتے تھے۔"[۱۲]

مولانا پیر رشد اللہ نے مولانا عبید اللہ سندھی کو امروٹ (ضلع سکھر) سے بلوایا اور ان کی معیت میں مدرسہ دار الرشاد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ مولانا سندھی اس مدرسے کے اوّل معتمد اور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا سندھی رقم طراز ہیں:

"مولانا رشد اللہ صاحب العلم الرابع نے ۱۳۱۹ء میں میری تجویز کے موافق مدرسہ بنانے کا

---

[۱۱] رشد اللہ شاہ نے تحریکِ خلافت میں اہم کردار ادا کیا تھا، اس کی تفصیلات ان کے پوتے حضرت پیر و محب اللہ شاہ ساکن پیر جھنڈو کی زبانی معلوم ہوئیں۔ اگر یہ تمام تفصیلات لکھی جائیں تو سندھ میں تحریک خلافت اور تحریکِ آزادی سے متعلق ایک ضخیم کتاب شہود پر آسکتی ہے۔ اہلِ سندھ نے تحریکِ آزادی میں کیا حصہ لیا تھا، اس کے بارے میں بھی تاریخی حقائق سے آگہی ہو سکتی ہے۔

[۱۲] برصغیر پاک و ہند کے علمی ادبی اور تعلیمی ادارے، ص ۴۳۵ — مقالہ پیر جھنڈو کا کتب خانہ، از غلام مصطفےٰ قاسمی، ماہنامہ نوائے حیدر آباد اپریل مئی ۱۹۷۵ء ص ۴۷۔

ارادہ کیا۔ یہ نام بھی میری تجویز سے مقرر ہوا۔ میں اس میں شریک ہوا۔ سات سال تک علمی اور انتظامی کامل اختیارات کے ساتھ کام کرتا رہا[۳۱]

مولانا عبید اللہ سندھی کے شاگرد دارالرشاد اور سندھ کے ممتاز عالم دین مولانا غلام مصطفےٰ

---

[۳۱] مدرسہ دارالرشاد پیر جھنڈو کا قیام ماہ رجب المرجب ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں عمل میں آیا۔ اس کے بانی اور سرپرست پیر رشد اللہ شاہ صاحب العلم اور اول معاون، معتمد، منتظم اور صدر مدرس مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔ اس مدرسے کو عالم وجود میں لانے کا اصل مقصد دینی علوم و معارف کی تعلیم و تبلیغ اور شاہ ولی اللہ کے افکار و خیالات کا تعارف اور نشر و اشاعت تھا۔ اس مدرسے میں کل ہند سطح پر بے شمار علما و طلبا کو سیاسی، سماجی، تہذیبی، ثقافتی زندگی میں قرآنی انقلاب لانے کی غرض سے ذہنی و فکری تربیت دی گئی۔ ان اغراض و مقاصد کی تحصیل و تکمیل کے لیے ایک عظیم کتب خانے کے علاوہ شعبۂ تصنیف و تالیف بھی قائم کیا گیا۔ محمود المطابع کے نام سے ایک مطبع "ہدایت الاخوان" کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا گیا۔ مدرسے میں "السواد الاعظم" کے نام سے ایک مجلس انتا بھی قائم تھی جسے مدرسہ مظہر العلوم کراچی کے اساتذۂ کرام کا تعاون حاصل تھا۔

مولانا حافظ محمد یعقوب خاندانِ راشدیہ کی عدیم المثال خدمات سے متعلق رقم طراز ہیں :

"مدرسہ دارالرشاد سے ہزاروں عالم باعمل پیدا ہوئے جنھوں نے ملک کے مختلف علاقوں میں دینی علوم کی تعلیم و تدریس کی مسندیں آراستہ کیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں قائم کیے۔ یہ تعلیمی مدارس اور تبلیغ کے سلسلے نہ صرف سندھ بلکہ بلوچستان، مکران، کچھ اور پنجاب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا فیضان آج تک جاری ہے۔" (برصغیر پاک و ہند کے علمی، ادبی تعلیمی ادارے صحیفہ نیشنل کالج کراچی ص ۵۷)

مدرسہ دارالرشاد کی غیر معمولی اہمیت اور اس کے اساتذہ و تلامذہ کی ملک گیر خدمات کا اندازہ مولانا عبید اللہ سندھی کے ان الفاظ سے بھی ہوتا ہے :

"لوگوں کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ عدم تعاون (نان کو آپریشن) کی تحریک جو خلافت کے زمانے میں کانگرس نے قبول کی ہے وہ مدرسہ دارالرشاد کے ایک دیوبندی استاد مولانا نور الحق کی تجویز تھی۔ (ایضاً ص ۵۸)

قاسمی کے ایک بیان کے مطابق ـــ "یہ مدرسہ آگے چل کر سندھ میں دینی علوم کی عظیم درسگاہ ثابت ہوا۔ جہاں برصغیر کے نامور علما مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، محدث یمنی، حضرت شیخ الہند اور دوسرے اکابر آتے رہے۔"

مولانا پیر رشد اللہ شاہ زبردست عالم دین اور اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور مفسر تھے۔ انھوں نے "رجال طحاوی" پر عربی میں ایک عالمانہ کتاب لکھی جس کو علمائے دیوبند نے شائع کیا۔ یہ بڑے پائے کی کتاب مانی جاتی ہے۔

مولانا رشد اللہ شاہ کا کتابوں سے لگاؤ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ نے جدہ کے ایک کتب خانے میں علامہ خطیب بغدادی کی تاریخ بغداد کا ایک قلمی نسخہ دیکھا۔ اس وقت تک یہ کتاب اشاعت پذیر نہ ہوئی تھی۔ آپ نے اس دور میں زرِ کثیر صرف کرکے اس کتاب کی فوٹو کاپی نکلوائی اور اس کو اپنے کتب خانے میں رکھوایا۔ جب مصر والوں کو اس کا علم ہوا کہ اس کتاب کے ایسے بھی شائق ہیں تو انھوں نے اس کو چھاپنا شروع کیا اور چھاپنے کے بعد مصر والوں سے پیر صاحب کا صحیح پتا معلوم کرکے ان کی طرف "تاریخ بغداد" کا نسخہ بطور ہدیہ اور تحفہ بھجوایا۔ اس کتاب کی فوٹو کاپی پیر جھنڈو لائبریری میں اب بھی موجود ہے۔

جس طرح حیدرآباد دکن والوں نے پیر جھنڈو کی علمی لائبریری سے چند نادر کتابوں کی نقلیں لیں۔ اسی طرح مولانا پیر رشد اللہ نے اپنے خاص معتبرین سندھی علما کو حیدرآباد دکن بھجوا کر دائرۃ المعارف کے علمی کتب خانے سے چند نادر کتابوں کی نقلیں کروائیں۔ ان میں علامہ شبلی نعمانی کی نادرۂ روزگار کتاب "الاحکام الکبریٰ" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔[۱۴]

پیر رشد اللہ شاہ عربی کے علاوہ فارسی اور اردو پر بھی کامل عبور رکھتے تھے۔ ان کے گھر میں فارسی اور اردو بولنے اور لکھنے کا رواج عام تھا۔ ان کی تصنیفات، تالیفات اور مکتوبات ان زبانوں میں بھی موجود ہیں۔ اردو میں ان کی دو تصنیفات کا پتا چلتا ہے، جن میں ایک مطبوعہ اور دوسری غیر مطبوعہ ہے۔

---

[۱۴] میری زندگی، مشمولہ خطبات عبید اللہ، ص ۶-۷۔

مفارقة بين اهل الله و بين المارقه (پیر اور مرید کے لیے ہدایت کرنے والا مطبوعہ)
تیرہ صفحات کا یہ مختصر رسالہ ۱۳۳۱ھ میں حکیم محمد حنیف ہاشمی کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ یہ کتاب مریدوں کے لیے رُشد و ہدایات کا بصیرت افروز مرقع ہے۔ اس کتاب کا ایک نسخہ کتب خانہ درگاہ شریف سعید آباد میں موجود ہے۔

۱۰۔ عين المتانة في تحقيق تكرار الجماعة

یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے، اس پر تکمیل کتاب کی تاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ درج ہے۔ یہ مخطوطہ کتب خانہ پیر جھنڈو میں موجود ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں قرآن حکیم کی آیات اور احادیثِ نبوی کی روشنی میں جماعت نماز کے بعض متنازعہ مسائل پر نہایت علمیت کے ساتھ مدلل بحث کی ہے۔ اس مذہبی کتاب کو اردو میں لکھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کی وضاحت مصنف نے شروع میں ان الفاظ میں کی ہے۔ یہ عبارت اردو میں ان کی طرزِ تحریر کا ایک نمونہ بھی ہے:

"ان ایام یعنی تیرہ سو ہجری میں "الشمس اللامعة في كراهة الجماعة الثانية" نظر سے گزری کہ جس میں بلا وجہ وجیہہ اور بغیر کسی دلیل صحیح کے جماعت ثانیہ کو مکروہ ٹھہرائی اور جماعت اول کے بعد جس قدر نمازیں جمع ہو جاویں سب کی نیت الگ الگ پڑھنے کا حکم لگا دیا۔ عوام بیچارے دھوکے میں پڑ گئے، بلکہ بعض تو شدتِ تعصب سے حد سے متجاوز ہو گئے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ ناواقفوں کی تنبیہ اور تفہیم کے لیے اس مسئلے کے متعلق تحقیق لکھی جائے تاکہ ان بیچاروں کو اصلی مسئلے سے واقفیت ہو جاوے۔ اسی وجہ سے اردو میں لکھنا بہتر معلوم ہوا۔"
(ص ۱)

مطالعۂ حدیث

(مولانا محمد حنیف ندوی)

استشراق زدہ حضرات کا کہنا ہے کہ حدیث وسنت کی تسوید وتدوین تیسری صدی ہجری میں محض تاریخی عوامل کی بنا پر معرض ظہور میں آئی۔ مولانا ندوی نے اس کتاب میں اس اعتراض کا محققانہ جواب دیا ہے اور بتایا ہے کہ حدیث نبوی کی اشاعت وفروغ اور حفظ وصیانت کا سلسلہ عہد نبوی سے لے کر صحاح ستہ کی تدوین تک ایک خاص قسم کا تسلسل لیے ہوئے ہے جس میں شک وارتیاب کی کوئی گنجائش نہیں پائی جاتی۔ انھوں نے حدیث کے علوم ومعارف پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ یہ ایک مکمل سائنس ہے جس میں رجال وروات کی جانچ پرکھ کے پیمانوں کی تشریح کا اہتمام بھی کیا گیا ہے اور ان اصولوں کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جن سے محدثین نے متن کی صحت واستواری کا تعین کیا ہے۔ اسلام میں حدیث وسنت کا جو درجہ ہے اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ صفحات: ۱۲ + ۳۱۱ — قیمت: ۰۰/۲۵ روپے

رُوحِ اسلام اردو ترجمہ: سپرٹ آف اسلام : سید ہادی حسین

سید امیر علی کی اس شہرۂ آفاق کتاب کا عربی، فارسی اور بعض دوسری اسلامی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں فاضل مصنف نے اسلام کے اساسی عقائد کی حقانیت اور اس کی عالمگیر تہذیب کی برتری کو عہد حاضر کے عقلی وفلسفیانہ معیار پر پرکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام نہ صرف اُس دور میں جب کہ اس کا ظہور ہوا بلکہ آج بھی انسانیت کے لیے سب سے اعلیٰ وبرتر پیغام ہے۔

اصل کتاب انگریزی زبان کا ایک ادبی شاہکار ہے۔ سید ہادی حسین صاحب نے کتاب کے اردو ترجمے میں اس کی ادبی شان کو برقرار رکھنے کی پوری کوشش کی ہے۔

صفحات: ۲ + ۷۲۴ قیمت: =/۴۵ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور